ڈاکٹر عنبر فاطمہ عابدی
لیکچرار اردو
شہید ذوالفقار علی بھٹو یونی ورسٹی آف لا، کراچی

عالمی رزمیہ شاعری کے تناظر میں حفیظ جالندھری کے ''شاہ نامۂ اسلام'' کا تحقیقی مطالعہ

ABSTRACT

A research study of Hafeez Jalandhari's *Shanama-e-Islam* in context of World's Epic Poetry.

By Dr. Ambar Fatima Abidi, Lecturer, Shaheed Zulfiqar Ali Bhutto University of Law, Karachi.

Epic poetry is radically a long narrative poem that is based on tales that are larger than life. For instance it is about the glory and bravery of religious or national heroes. In style and theme, it is sublime. It basically embraces the contents of religious affairs, iconic personalities, mythicism, folktales, and historical events that are of religious dignity and national significance. It sometimes entails events that are of universal worth as well. There are many epics in distinct languages which are written by great poets of their time to reveal the heroic deeds of their religion, nation and country. Greek Iliad and the Odyssey, Latin Aeneid, the Sumerian Epic of Gilgamesh, Sanskrit Mahabharata and Ramayana, the Old English Beowulf and Milton's Paradise Lost and in Persian Shahnama-e-Firdousi are the eminent examples of epics in different languages. In Urdu, Famous Pakistani poet Abu Al-Asar Hafeez Jalandhari (1900-1982) has written a long narrative poem "Shahnama-e-Islam", a masterpiece of its own kind. This poem consists of the consequential events of the history of Islam and contributes a great account in the world of Epic Poetry. In this paper , an attempt has been made to perceive the different dimensions of Hafeez Jalandheri's Shahnama-e-Islam as an Epic poem.

Keywords: Epic, Poetry, Heroes, Hafeez Jalandhari,Shahnama-e-Islam.

عالمی ادب میں عظیم رزمیہ شاعری کی روایت کافی طویل بھی ہے اور قدیم بھی۔ یہ کہنا بجا ہوگا کہ دنیا کی کم و بیش ہر زبان میں رزمیہ کو ایک خاص موضوع اور حیثیت دی گئی ہے۔

رزمیہ ایک ایسی طویل بیانیہ نظم ہے جس کا مرکزی کردار کسی نسل یا قوم کا نمائندہ ہوتا ہے اور اہم تاریخی واقعات

کے تناظر میں اعلیٰ اقدار کے حصول کی جدوجہد میں ایک ہیرو کے طور سامنے آتا ہے۔اس کی اس مہم میں شامل دیگر تمام کردار بھی اس سے متعلق رہتے ہوے، اسی عظیم جدوجہد کا حصہ بن جاتے ہیں۔ ایپک کی باقاعدہ تعریف کے حوالے سے انگریز مصنف مائیکل میئر کچھ یوں بیان کرتے ہیں

> "An epic poem, or simply an epic, is a lengthy narrative poetry typically about the extraordinary deeds of extraordinary characters who, in dealings with gods or other superhuman forces, gave shape to the mortal universe for their descendants." (۱)
>
> ترجمہ: رزمیہ نظم یا سادہ الفاظ میں رزمیہ ایک طویل بیانیہ نظم ہے جو خاص طور پر اپنے کرداروں کے ان کارناموں کے حوالے سے غیر معمولی نوعیت کی حامل ہوتی ہے جنھوں نے فوق البشریت اور الوہی طاقتوں کے ذریعے بعد میں آنے والوں کے لیے اس فانی دنیا کو شکل عطا کی ہے۔

گویا یہ کہا جاسکتا ہے کہ گذشتہ ادوار میں بھی ایپک ہر تہذیب و زمانے کی آئینہ دار رہی ہے۔اور کم وبیش ہر معروف زبان کے شعرا نے اپنی اپنی تہذیب و روایات کی عکاسی میں رزمیہ شاعری کا سہارا لیا ہے۔رزمیہ شاعری کے حوالے سے یہ رخ بھی اہم ہے کہ دنیا میں جنگ وجدل کا اثر براہ راست ادب پر ضرور پڑا ہے خاص کر رزمیہ شاعری اپنے علاقے کی تہذیبی ومعاشرتی تاریخ پر مشتمل ایک اہم دستاویز شمار کی جاتی ہے۔اس ضمن میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ رزمیہ شاعری میں سامان حرب، اس کا استعمال، اس دور کے افراد کے تاریخی وسماجی حقائق، رہن سہن، اطوار اور مزاج وعادات کے حوالے سے عکاس نظر آتی ہے۔جنگوں کے نتیجے میں اپنے لوگوں کے مرجانے کا غم، علاقے چھن جانے کا المیہ اور زندگی بھر کی جمع پونجی کھو جانے کا دکھ رزمیہ شاعری کے وہ امتیازات ہیں جو اسے دیگر اصناف سخن سے ممتاز ونمایاں کرتے ہیں۔ان رزمیوں کا منفرد اسلوب اور خصوصیات انھیں دیگر تمام رائج اصناف سخن سے ممتاز کرتا ہے۔ اپنے اپنے وقتوں کی جنگوں کے حالات و واقعات کو شعری پیرائے میں ڈھالتے ہوے شعرا نے اپنی قوت متخیلہ اور کرداروں کی قوت فیصلہ اور اظہار کو ہم آمیز کردیا۔ پھر جنگی لوازمات مثلاً ہتھیاروں، جنگی لباس، جغرافیائی حالات، موسم کی شدت، جنگی کارگزاریاں فتح وشکست کے قصے غرض ایک ایک جز وکل کی تمام تفصیلات نے ان رزمیوں کو وہ عناصر بخشے کہ عالمی ادب میں ان کی حیثیت مسلم اور وقعت مقدم ہوتی چلی گئ۔اور یہ منظوم جنگی نظمیں عالمی ادب کا شاہکار قرار پائیں۔ عام طور پر شاعری کو تفریح طبع کا ذریعہ سمجھتے ہوے شعرا کی تخیل پرواز کا نتیجہ تصور کیا جاتا ہے اور ایک حد تک یہ درست بھی ہے، تاہم رزمیہ شاعری کو ہم دیگر اصناف سخن سے یوں منفرد قرار دے سکتے ہیں کہ اس نوع کی شاعری میں کسی قوم کے اہم واقعات، علاقے کے ماخذات اور اہم شخصیات کے جنگی کارناموں کا وہ تذکرہ ہوتا ہے جو حقیقت پر مبنی ہوتا ہے۔اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ رزمیے نہ صرف اہل فکر ونظر کے لیے ذوق کی تسکین کا باعث ہیں

بل کہ ان میں کسی قوم کے مزاج وفطرت، ثقافت، اس کے وضع کردہ نظریات اور فلسفہ زندگی کو بھی وضاحت وعمدگی سے پیش کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں رزمیہ شاعری کی اہم قدیم تاریخی نظموں کے حوالے سے اوریگون اسٹیٹ یونی ورسٹی کی پروفیسر ٹیکلا بوڈے نے یوں بیان کیا ہے

> “ If we go back to the roots of the word “epic”, we find that its origins are very different from its current meaning. The word “epic” comes from the Ancient Greek word epos, which simply means “word, narrative, or song”....... If we look at its earliest use, epos is just what it says: words, narrative, and songs. The earliest “epics” were poems that told a story and that were performed out loud. Of course, the earliest epics, like Homer’s Iliad and Odyssey survive today because they were written down, but they circulated as orally performed poems – maybe for hundreds of years – before being copied.......an epic is often used or read as a foundational cultural text. The Iliad and the Odyssey – which were long poems about heroes doing heroic deeds and helped or hindered by the gods – ultimately came to “represent” something about a culture to itself: they were the ideals that people wanted to live up to or rebelled against by rejecting. Today, we apply the word “epic” to all sorts of long works of literature – often ancient ones – that encapsulate our sense of the values of a given society. So not just the Greek Iliad and the Odyssey are epics, but so too is the Latin Aeneid, the Sumerian Epic of Gilgamesh, Sanskrit Mahabharata and Ramayana, and the Old English Beowulf. Even Milton’s Paradise Lost is sometimes classified as an epic.” (۲)

ترجمہ: اگر ہم لفظ ایپک کی بنیاد کی طرف جائیں، تو معلوم ہوگا کہ اس کا اصل اس کے موجودہ معانی سے بہت مختلف ہے۔ لفظ ایپک کا ماخذ قدیم یونانی لفظ ایپوز ہے، جس کا سادہ مطلب ہے لفظ، بیانیہ یا نغمہ۔۔۔۔ اگر ہم ایپک کی ابتدا کو دیکھیں تو ایپوز محض الفاظ، بیانیہ اور گیت کے لیے برتا جاتا تھا۔ ابتدائی رزمیہ نظموں میں کہانی بیان کی جاتی تھی اور اس کی ادائی کافی بلند انداز میں ہوتی تھی۔ یقیناً رزمیے جیسے ہومر کی ایلیڈ اور اوڈیسی اس لیے باقی ہیں کہ وہ لکھی گئیں تاہم وہ نقل ہونے سے قبل، کئی سو سال

> تک بطور زبانی نظموں کے طور پر گردش کرتی رہیں۔۔۔۔ایک رزمیہ نظم بطور بنیادی ثقافتی متن کے پڑھی اور برتی جاتی ہے۔ ایلیڈ اور اوڈیسی جو طویل رزمیہ نظمیں ہیں اپنے ہیرو کے ان کارناموں سے عبارت ہیں جس میں انھیں خدائی امداد یا دیوتاؤں کی دقتیں درپیش رہیں۔ یہ بالآخر کلچر کے ترجمان کے طور پر سامنے آئیں یہ وہ آئیڈیلز تھے جن کے ساتھ لوگوں نے یا تو رہنا چاہا یا پھر انھیں باغیانہ طور پر مسترد کر دیا۔ آج ہم ایپک کو عام طور پر کسی بھی طویل قدیم ادبی فن پارے کے ساتھ منسلک کرتے ہیں جو اس زمانے کی معاشرتی اقدار کے حوالے سے ہمارے ذہنوں کو مخصوص طور پر پابند کرتا ہے۔ لہٰذا محض قدیم یونانی ایلیڈ اور اوڈیسی ہی رزمیہ نہیں، لاطینی میں اینیڈ، سمرینی رزمیہ گلگامیش، سنسکرت میں مہا بھارت اور رامائن اور قدیم انگریزی بوولف بھی رزمیہ ہیں۔حتیٰ کہ ملٹن کی پیراڈائز لاسٹ بھی بعض اوقات رزمیہ میں شمار ہوتی ہے۔

پروفیسر ٹیکلا بوڈے کی اس رائے سے اندازہ ہوتا ہے کہ عالمی ادب میں رزمیہ نظموں کی روایت نہ صرف یہ کہ بڑی مستحکم ہے بلکہ بہت قدیم بھی ہے۔اس طرح کی رزمیہ نظموں کے اثرات قوموں پر نمایاں طور پر ظاہر ہوئے۔ دنیا کی کم و بیش تمام زبانوں میں ممتاز کرداروں کے حوالے سے عسکری شاعری کی عکاسی عمدگی سے کی گئی ہے۔ اس تناظر میں عالمی رزمیوں میں ہومر کی" ایلیڈ اینڈ اوڈیسی" سے لے کر ایران کے شاہنامہ اور ہندوستان کی مہابھارت تک اس کا سلسلہ دراز ہے۔ یونان میں ہومر کی تخلیق کردہ ایلیڈ اینڈ اوڈیسی (۳) کے ہیرو کے تمام اوصاف وہی ہیں جو اس دور کے یونانیوں کی قومی خصوصیات تھیں اور انہی کے باعث یونانیوں کے قومی تشخص و تفاخر کو اجاگر کیا گیا ہے۔ ان طویل رزمیوں میں قدیم جنگ ٹروجن، اور شاہ اوڈیئس کی ٹرائے سے واپسی کا سفر رزمیہ پیرائے میں نظم کیا گیا ہے۔ یہ نظمیں ہومر نے ۶۵۰ ق م سے ۸۵۰ کے عرصے میں تخلیق کیں۔اسی طرح ویاس کی مہا بھارت (۴) ایک مذہبی صحیفہ ہی نہیں کوروں اور پانڈوؤں کے درمیان ہونے والی طویل جنگ کی داستان بھی ہے۔اس کے سن تالیف کو تیسری صدی قبل مسیح سے جوڑا جاتا ہے۔رامائن (۵) میں اس زمانے کے نامور شاعر رشی والمیک نے اشعار کی شکل میں ایودھیا کے حکمران راجا دسترتھ اور اس کی تینوں بیویوں اور چار بیٹوں کے حالات زندگی اور جنگی مہم کا ذکر کیا ہے۔

روم میں قومی رزمیہ شاعری اس وقت عروج پر تھی جب ورجل نے ۱۹ ق م سے ۲۹ ق م کے درمیان اینیڈ (۶) لکھی جسے دنیا کی سب سے بڑی رزمیہ نظم قرار دیا جاتا ہے۔ یہ ایک بیانیہ نظم ہے جو رومیوں کے آباؤ اجداد اور ٹروجن کی اولاد اینیاس سے متعلق ہے۔اسی طرح قدیم انگریزی زبان میں بیوولف (۷) بھی ہے جو ۹۷۵ سے ۱۰۲۵ عیسوی کے عرصے میں لکھی گئی، تاہم، اس کے تخلیق کار کے حوالے واضح نہیں، تاہم یہ ایک ہیرو سینڈی ویان اور ایک دیو گرینڈل کے مابین تصادم

سے متعلق ہے۔اس ضمن میں ایران کے مشہور شاعر فردوسی کا لکھا ہوا شاہنامہ (۸) جو ۹۷۷ سے ۱۰۱۰ عیسوی کے زمانے میں لکھا گیا، ایک شاہکار رزمیہ ہے جس میں قدیم ایرانی تاریخ، روایات اور کرداروں کو پیش کیا گیا ہے۔ اسی طرح اینگلو سیکسن زبان میں تحریر کردہ رزمیے دا سونگز آف نیبلینگ (۹) ہیں۔ جو ۱۲۰۰ عیسوی میں تالیف ہوے، جن میں وسط زمانے کے جرمن ہیرو سیگفر ائڈ کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو جرمن دیو مالائی داستان کا حصہ ہے،۔اسی طرح بعض رزمیوں میں کسی عظیم تحریک کے نقطہ نظر کو ایک تناظر کے طور پر اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ وہ ان رزمیہ نظموں میں ایک اہم موضوع کے طور پر ظاہر ہوئی ہیں۔ اس کی ایک مثال دانتے کی داستان ڈیوائن کامیڈی (۱۰) ہے، یہ نظم ۱۳۲۰ عیسوی میں مکمل ہوئی، جس میں قرون وسطی کی عیسائی تحریک کے حوالے سے وضاحت کی گئی ہے۔ ایڈمنڈ اسپنسر کی تخلیق کردہ ”فیری کوئین (۱۱) ہے۔ جو ۱۵۹۰ عیسوی میں شائع ہوئی اور ملکہ الزبیتھ ا کو پیش کی گئی۔ اس نظم میں اسپنسر نے دعائیہ افکار کے علاوہ شاعری میں نئی ہیئت کا تجربہ بھی کیا۔ ایک اور طویل بیانیہ نظم جان ملٹن کی پیراڈائز لاسٹ ”جنت گم شدہ“ (۱۲) ہے، جو ۱۶۶۷ عیسوی میں شائع ہوئی، اس نظم میں حضرت آدم وحوا کے قصے کو بیان کیا گیا ہ، نیز ابلیس کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ عالمی رزمیہ ادب محض انہی نظموں تک ہی محدود نہیں بل کہ مختلف اقوام عالم کے زبان وادب میں لوک رزمیوں کی روایت نہ صرف موجود بل کہ مقبول بھی رہی ہے۔

کچھ زبانیں ایسی بھی ہیں جن میں رزمیہ شاعری کو طویل پیرائے میں نظم کرنے کے بجائے مختصر نظموں کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔اس حوالے سے۔

اٹھارہویں صدی کے بعد انگریزی زبان میں کم رزمیے لکھے گئے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رزمیے ایسے زمانوں کے لیے بطور خاص ہوتے ہیں جن میں کسی مخصوص مذہبی یا قومی عقیدے کی ترویج یا عکاسی ہو۔ تھامسن ہارڈی نے بیسویں صدی کے آغاز میں ”دا ڈائنسٹس“ (۱۳) کے نام سے ایک طویل منظوم ڈراما لکھا۔ اس نظم کو رزمیہ نظم کی جدید مثال قرار دیا جا سکتا ہے۔

یوں تو رزمیہ نظموں کی روایت میں جنگ وجدل کی تفصیل تو اپنی جگہ ہوتی ہے، تاہم شخصی پابندی یا قومی عزت و ناموس کی جس عظمت اور وقار کو ان میں پس منظر بنایا جاتا ہے اس کے باعث رزمیہ کے جلال اور ہیبت کے علاوہ قومی حمیت کو تاریخی اور روایتی عظمت سے ہم کنار ہونے کا موقع ملتا ہے۔ رزمیہ شاعری میں انسانی تمدن، تاریخ اور حماسہ کے علاوہ اس طرز شاعری میں انسانی اقدار واخلاق اور جذبات ونفسیات کی بھی بھر پور عکاسی ہوئی ہے۔ نیز اس نوع کی نظموں میں اس عہد کے معاشرتی اور سماجی زندگی کے ان رخوں کو دیکھا جا سکتا ہے جو تاریخ کی کتابوں میں بھی نہیں ملتے - اسی ضمن میں ہیگل نے رزمیہ کے موضوع کو ماضی کے کسی ایسے واقعے سے مربوط کیا ہے جس کے نتائج دور رس ہوں اور اثرات ومتعلقات پوری دنیا یا پوری ایک قوم کی زندگی یا کسی ایک قرن کی تاریخ پر حاوی ہوں (۱۴)۔ یہاں یہ نکتہ بھی اہمیت کا حامل ہے رزمیہ شاعری کا ایک امتیازی پہلو یہ بھی ہے کہ یہ ایشیائی تہذیب وثقافت کے اظہار کا ایک اہم وسیلہ بھی رہی ہے۔ براعظم ایشیا میں رزمیہ شاعری کا

دائرہ برصغیر تک محدود ہونے کے بجائے کم و بیش پورے ایشیائی خطے کے ساتھ ایران وعرب کو اپنے دائرے میں سمیٹے ہوئے ہے اس طرح رزمیہ شاعری کے ذریعے ہندوستان کی مشترکہ اقدار وروایات کی شناخت بھی کی جاسکتی ہے جن کا تعلق قدیم ہندستان اور عرب و ایران سے ہے۔ گویا یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ہماری ادبی وتہذیبی وراثت کا اہم حصہ رہی ہے۔ موضوعات و اسالیب کے نقطۂ نظر سے بھی رزمیہ شاعری ادبیات عالم میں بیش قیمت سرمائے کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہندستان میں منظوم داستانیں، مہابھارت اور رامائن کے اردو تراجم، شاہنامے اور مراثی، ایران میں شاہنامہ فردوسی، رستم وسہراب، خمسے اور دیگر شہ پارے زبان و بیان اور اظہار کے گوناگوں پیرائے میں عظیم ادبی سرمایہ ہیں۔ تاہم یہ مسلمہ ہے کہ ایشیائی رزمیہ شاعری کے حوالے سے شاہنامہ فردوسی کی نظیر نہیں ملتی۔ اس ضمن میں مغربی ناقدین کی شاہ نامہ کے حوالے سے کچھ یوں رائے ہے

> "Of course, the shahnameh, as both a cycle of traditional tales handed down through the generations, and as a unified prose book, predates Firdowsi. Hadaway calls Firdowsi's Shahnameh the closest example in Persian literature to epic, defined as a 'poetry of action' reflecting a court- centred society, closely connected to " a particular people," and embodying their history, ideals and values, playing a role as a "cohesive force in ethnic or national consciousness." (۱۵)

ترجمہ: یقینی طور پر شاہنامہ ایک روایات سے بھرپور داستانوں کو نسلوں تک منتقل کرنے اور دوسری جانب ایک مجتمع وبطور ایک متحد کتاب دونوں سطحوں پر فردوسی کو لازوال بناتا ہے۔ ہداوے کے مطابق شاہنامہ فردوسی فارسی شاعری میں رزمیہ کی سب سے نزدیک مثال ہے، جو ایسی متحرک شاعری ہے جو درباری معاشرے کو ظاہر کرنے کے علاوہ مخصوص لوگوں کے ساتھ منسلک کرتی ہے، ان کی تاریخ، افکار اور اقدار کو مجسم کرتی ہے، ان کے قومی اور نسلی شعور کو ہم آہنگ کرنے اور قوت دینے میں کردار ادا کرتی ہے۔

اس تناظر میں اگر اردو ادب کا جائزہ لیا جائے تو اس میں رزمیہ شاعری کے حوالے سے سب سے زیادہ بات مرثیے کی ہوتی ہے۔ مرثیہ بنیادی طور پر رزمیہ شاعری ہی ہے اور اردو شاعری میں مرثیے نے رزمیے کی کمی کو کسی حد تک پورا بھی کیا، تاہم اس صنف ادب کو مکمل طور پر ایپک نہیں کہا جاسکتا۔ اس ضمن میں حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام کا مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ "شاہ نامہ فردوسی" کی طرح کسی قوم یا ملک

کی مسلسل تاریخ اردو نظم میں اگر کسی شعری تخلیق سے تعبیر کی جاسکتی ہے تو وہ شاہنامہ اسلام ہوسکتا ہے۔ یہاں یہ امر بھی دل چسپ ہے کہ جب حفیظ جالندھری نے شاہنامہ اسلام کے نام سے تاریخ اسلام کو نظم کرنا شروع کیا تھا تو اس کی بحر تو فردوسی کیا انیس و دبیر کی بحروں سے بھی زیادہ طویل منتخب کی تھی۔ زمانہ قبل اسلام سے غزوات نبوی تک کے مسلسل و مربوط صحیح و متفق علیہ واقعات چار جلدوں میں (کم از کم آٹھ ہزار شعر) شائع ہو چکے ہیں۔ یہ ان کا ایک ایسا ادبی کارنامہ ہے جسے تاریخ اسلام کی ایک منظوم تاریخی دستاویز کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ڈاکٹر قاسم یعقوب نے اس ضمن میں اپنے ایک مضمون میں بعنوان "عالمی ادب اور رزمیہ شاعری" میں ڈاکٹر جمیل جالبی کا حوالہ دیتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے کہ: "رزمیہ اس جامع طویل، بیانیہ نظم کو کہتے ہیں جس میں کسی قوم کی شجاعت و بہادری کے کارناموں کو اس طرح بیان کیا گیا ہو کہ اس قوم کی تہذیب کی روح شاعرانہ اظہار بیان اور کرداروں کے ذریعے سامنے آجائے۔ رزمیہ نظم کے لیے ضروری ہے کہ اس کا اسلوب پیروکار اور معنویت لیے ہو اور اس میں واقعات، فن، شاعرانہ جدت اور نظم کی ساخت گھل مل کے ایک جان ہوگئے ہوں۔" (۱۶)

ڈاکٹر جالبی کی اس رائے کی روشنی میں اگر شاہنامہ اسلام کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ رزمیہ شاعری کے مندرجہ بالا لوازم کو پورا کرتی ہے، پھر یہ رخ بھی اہم ہے کہ انبیاء علیہم السلام حضرت آدم سے نبی کریم رسول اکرم تک کے اہم واقعات کو جس طرح بیانیہ انداز میں قلمبند کیا اور ربط و تسلسل کو برقرار رکھا گیا، یہ خصوصیات بھی شاہنامے کو رزمیہ شاعری کی صف میں ممتاز مقام عطا کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت اسماعیل کی قربانی کے واقع کو ربط و تسلسل کے ساتھ ایسے بیان کیا ہے کہ گویا قاری کے سامنے تمام واقعے کی جزئیات نمایاں ہوجاتی ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

پدر بولا کہ "بیٹا آج میں نے خواب دیکھا ہے
کتاب زندگی کا اک نرالا باب دیکھا ہے
یہ دیکھا ہے کہ میں خود آپ تجھ کو ذبح کرتا ہوں
خدا کے نام سے تیرے لہو میں ہاتھ بھرتا ہوں
سعادت مند بیٹا جھک گیا فرمان باری پر
زمین و آسماں حیراں تھے اس طاعت گذاری پر

ہوئے اب ہر طرح تیار دونوں باپ اور بیٹا
چھری اس نے سنبھالی تو یہ جھٹ قدموں میں آلیٹا(۱۷)

شاہنامہ اسلام میں رزمیہ شاعری کے کلاسیکی تصور یعنی جس میں آغاز، وسط اور انجام موجود ہوں، نیز قومی جذبے کے اظہار کی فن سے ہم آمیزی کے معیارات بھی پورے ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ حفیظ کی تاریخ اسلام پر گہری نظر تھی، قبل از اسلام کے انبیاء علیہم السلام کی حیات کے ادوار، رسول اکرم کی ولادت، بچپن، نوجوانی، بعثت نیز سیرت طیبہ کے وہ واقعات جن سے معرفت ضروری ہے ایسے تسلسل و وضاحت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں کہ کہیں بھی ابہام محسوس نہیں ہوتا۔ ایک تو واقعے کو تاریخ کے حقائق سے مربوط رکھنا، پھر اس میں شاعری کا رنگ بھرنے کے باوجود واقعے کی نوعیت کو جوں کا توں برقرار رکھنا اور پھر لطیف اور والہانہ جذبے کا اظہار، یہ تمام خصوصیات ایسی ہیں جن سے شاعر کی فطرت شناسی اور نکتہ دانی کا اندازہ ہوتا ہے۔ زمان و مکان سے خصوصی تعلق ہونے کی بنا پر اس کو وقوع پذیر ہونے کے لیے ایک خاص ماحول کی ضرورت ہوتی ہے رزم کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے بیان کا حقیقی دنیا پر اثر بھی ہوتا ہے۔ حفیظ نے ان تفصیلات کو جس خوش اسلوبی سے برتا ہے وہ فنی اعتبار سے ان کے کمال پر شاہد ہے۔ پھر حفیظ کی خوش گفتاری صوتیت کے لحاظ سے بھی الفاظ کی موزونیت، تناسب اور باہم ربط سے خوش آہنگ بن کر حواس پر گہرا اثر کرتی ہے۔ شاہنامے کی چار جلدیں ہیں اور ہر جلد میں موجود ابواب کا موضوعات کے ساتھ بیان جہاں اس کی تاریخی واقعیت میں اضافے کا باعث ہے وہیں ایک اہم اور منفرد شعری سند بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر محمد زکریا نے یہ لکھا ہے کہ،

حفیظ کا "شاہنامہ اسلام" بھی ایک غیر معمولی کاوش ہے۔ چاروں جلدوں میں رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے دوران تاریخ اسلامی کے واقعات بڑی شرح و بسط سے بیان ہوئے ہیں۔ جن کے لیے قرآن پاک، احادیث اور مستند تاریخی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔۔۔ شاہنامے کی شعری اہمیت پر اعتراض کرنے والے غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں۔ کسی نے کہا کہ شاہنامہ رزمیہ نہیں، بیانیہ نظم ہے حالاں کہ رزمیہ اور بیانیہ میں کوئی تضاد نہیں۔" (۱۸)

شاہنامہ اسلام کی تمام جلدوں میں تاریخ اسلام کے واقعات کو تسلسل کے ساتھ جس طرح بیان کیا گیا ہے اس کے لیے تسبیح کے دانوں یا ہار کے موتیوں کی مثال دی جاسکتی ہے کہ جس کا ہر دانہ گو کہ دوسرے سے الگ ہوتا ہے مگر اپنی آب و تاب میں انفرادیت رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر جلد اول کے ابواب کی فہرست خلافت انسانی اور کائنات کے اندیشے، صدائے روح الامین اور افزائش نسل آدم اور ابلیس کا مکر و فریب جیسے عنوانات قاری کی توجہ آغاز ہی سے اپنی جانب مرکوز کرنے میں کامیاب رہتے ہیں۔ اور پھر سلسلے وار عنوانات میں وہ ربط ہے کہ قاری ایک کے بعد دوسرا پڑھنے میں

تاخیر نہیں کر پاتا۔ رسول اکرم ﷺ کی ولادت، رضاعت سے بعثت تک کا بیان جہاں سیرت طیبہ کے اہم موضوعات بن کر بیان ہوا ہے وہیں قاری کو نعتیہ شاعری کے حصار میں بھی مقید رکھتا ہے۔ یہاں یہ نکتہ بھی اہمیت کا حامل ہے کہ رزمیہ شاعری کا ایک خاص وصف یہ ہے کہ یہ کسی ملک وقوم کے مذہبی وقومی ہیروز یا ایسے لازوال کرداروں کے واقعات سے عبارت ہوتی ہے جنھوں نے عظیم ترین کارنامے انجام دیے ہوں۔ جیسے یونانی، رومی اور ہندو قوموں سے تعلق رکھنے والی ایلیڈ اور اوڈیسی، مہابھارت اور اینیڈ کے دیو مالائی قصے اسی ذیل میں آتے ہیں۔ تاہم اردو ادب میں اسلامی تاریخ کی مستند حوالوں کے ساتھ منظوم داستان کے لیے شاہنامہ اسلام ایک وقیع حیثیت کی حامل ہے۔ اس ضمن میں حفیظ جالندھری نے جلد چہارم کے دیباچے جہاں یہ لکھا ہے کہ واقعات میں نہ تو کوئی رنگ آمیزی کی گئ ہے اور نہ ہی افسانوی طرز اختیار کیا گیا حتیٰ کہ ان روایات تک سے پرہیز کیا ہے جو مستند حوالے نہیں رکھتیں (۱۹)۔ رزمیہ شاعری کا ایک اور خاص وصف وہ جنگی کارنامے ہیں جو ہیرو کی شجاعت و دلیری کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے شاہنامے کا مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ رزمیہ نظم جنگ وجدل کے واقعات سے بھرپور ہوتی ہے اور جنگی ہتھیار، ساز وسامان، نیز جنگ کی منظر کشی کسی بھی رزمیہ نظم کا لازمی وصف تصور ہوتی ہے، حفیظ بھی اس خوبی سے بخوبی واقف تھے یہی وجہ ہے کہ انھوں نے قبل از اسلام کی جنگوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے کے غزوات کی بہترین منظر نگاری کی ہے اور ان تمام واقعات کی صحت کا التزام برقرار رکھنے کے ساتھ شعری پیرائے میں عمدگی سے جنگ کا نقشہ پیش کیا ہے۔ یہاں یہ رخ بھی اہم ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے والہانہ عقیدت جہاں حفیظ کی شاعری کو نعتیہ رنگ عطا کرتی ہے وہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مختلف غزوات میں شرکت، جنگ آزمائی رزمیہ رنگ کا مظہر ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق لکھتے ہیں کہ:" میدان جنگ میں اقتداے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں مجاہدین صف آراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعلیمات کا ایک ایسا جلی واقعہ ہے جس سے للّٰہیت کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ اور وصف رسول ﷺ کے رزمیہ پہلو میں بھی کریمی کے جلوے نظر آتے ہیں۔ حفیظ نے اس مضمون کو جس خوش

اسلوبی سے پیش کیا ہے یہ انھیں کا حصہ ہے۔ بیان کی خوبی یہ ہے کہ شان محمدی ﷺ کی کیفیت کو دیکھ کر روح پھڑک اٹھتی ہے اور حب رسول میں دل بیتاب ہوجاتا ہے۔" (۲۰)

اس ضمن میں یہ اشعار ملاحظہ ہوں کہ جن میں معرکۂ بدر کے حوالے سے میدان بدر میں صفِ مجاہدین کو کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

کھڑی تھی ایک مٹھی بھر جماعت حق پسندوں کی
بھری دنیا سے منہ موڑ ہوے دیندار بندوں کی

نہتے بے سر و سامان، بھوکے اور تھکے ہارے
کہ مل کر تین سو تیرہ جوان و پیر تھے سارے

یہ پہلا جیش تھا دنیا میں افواجِ الٰہی کا
جسے اعلان کرنا تھا خدا کی بادشاہی کا

یہ لشکر ساری دنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا
کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا(۲۱)

غزوہ بدر میں قبیلہ بنی ہاشم کے جوانوں کی میدان جنگ کی سمت پیش قدمی، دشمن سے مقابلے اور حضرت عبیدہ کی شہادت کا احوال نا صرف اثر انگیزی سے بیان ہوا ہے بل کہ رزم کی تمام تر کیفیات کی عکاسی بھی کر رہا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں

ادھر حمزہ کے ہاتھوں عتبہ فرش خاک پر لیٹا
علی سے تھا ادھر تیغ آزما مقتول کا بیٹا

علی اس شان سے رد کر رہے تھے اس کے واروں کو
کہ ہوتا تھا تعجب نوجواں پر پختہ کاروں کو

صدائے شیر حق سے چھائی ہیبت قلب دشمن پر
سپر اٹھنے نہیں پائی کہ آئی تیغ گردن پر

کمال ضرب پر حمزہ کے منہ سے مرحبا نکلی
صف اسلام سے اللہ اکبر کی صدا نکلی

عبیدہ کر رہے تھے ضربت حیدر کا نظارہ
کہ شیبہ نے عقب سے ہاتھ اک تلوار پر مارا

علی و حمزہ نے دیکھی جو شیبہ کی دغابازی
عبیدہ کی مدد کرنے کو آئے دوڑ کر غازی(۲۲)

حفیظ جالندھری نے غزوہ بدر کی تاریخی حیثیت اور کفار اور لشکر اسلام کا جو تقابلی جائزہ میدان جنگ کے تناظر میں پیش کیا ہے، بلاشبہ یہ ایک کامیاب رزمیہ کی دلیل نظر آتا ہے۔

زمیں پہنے ہوئے تھی آج خونیں رنگ کا جامہ
حق و باطل میں برپا تھا عجب خونریز ہنگامہ

یہ پہلی جنگ تھی صاحب دلوں اور بد نہادوں میں
مسلح اور نہتوں میں، سواروں اور پیادوں میں

ادھر سینوں میں کینہ تھا، شقاوت تھی، عداوت تھی
ادھر ذوق شہادت اور ایماں کی حلاوت تھی

پڑا تھا خاک و خوں میں جس جگہ بوجہلِ بد طینت
وہیں کچھ پاک لاشے تھے لباس عشق کی زینت(۲۳)

شاہنامہ اسلام میں حفیظ نے قبل از اسلام اور بعد از اسلام عرب کی تہذیب اور ثقافت کو بھی ایک خاص رخ سے

نمایاں کیا ہے۔ مثال کے طور پر عرب میں زمانہ جاہلیت کے حوالے سے ان کی تہذیب کو یوں بیان کیا ہے،

الگ تھے ساری دنیا سے مگر یہ لوگ خوش دل تھے
انھیں آزادیوں کی زندگی کے عیش حاصل تھے
مگر آزادیوں نے ان کو کھویا دین و دنیا سے
ہوئے گمراہ یہ برگشتہ ہوکر حق تعالیٰ سے
کیا اخلاق نے اسلاف کے اوصاف کو زائل
حق چھوڑ کر سب بت پرستی پر ہوئے مائل
شجاعت تھی مگر اس کا ہدف اپنے ہی بھائی تھے
یہ سب اک دوسرے کو ذبح کرنے میں قصائی تھے
فصاحت کا تھا استعمال ہجو اور خود ستائی میں
نظر میں کوئی جچتا ہی نہ تھا ساری خدائی میں
بیاں کرتے تھے اپنے شرمناک اور فحش کاموں کو
سر بازار کہہ دیتے تھے ایسے کارناموں کو
رعونت نے دماغوں میں ہوائے خودسری بھر دی
خشونت ایک عادت دوسری عادت تھی بیدردی(۲۴)

ان اشعار سے اس زمانے کے اہل عرب کا مزاج بخوبی درک کیا جاسکتا ہے۔ یوں تو حالی نے مسدسِ حالی میں بھی ان واقعات کونظم کیا ہے، لیکن حفیظ کی کوشش بھی لائقِ ستائش کہی جاسکتی ہے۔ الغرض شاہنامہ اسلام کا مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ حفیظ جالندھری نے اس میں محض عقیدتی شاعری ہی نظم نہیں کردی، بل کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کی نظر عالمی رزمیہ شاعری کے منظر نامے پر ضرور رہی ہوگی، اور اردو شاعری میں رزمیوں کی کمی کو محسوس بھی کیا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے شاہنامے میں بالکل منفرد انداز میں کسی دیو مالائی کردار کو رقم نہیں کر دیا، بل کہ اسلام کے حقیقی کرداروں، ان کی زندگی کے ان گوشوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے، جو انھیں تاریخ میں لافانی حیثیت عطا کرتے ہیں، نیز اپنی ممتاز صفات کے ساتھ ساتھ شجاعت، دلیری، قوم کے ساتھ برتاو اور صف شکنی کی بنا پر اگر ان کی زندگی کے حالات و واقعات کونظم کیا جائے تو ایک بہترین رزمیہ تخلیق پاسکتی ہے۔ شاہنامہ اسلام میں ہمیں تاریخ اسلام کی ان ہستیوں کے تناظر میں ایک متاثر کن رزمیہ نظم نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر شاہنامہ اسلام کو تاریخ اسلام کی ایک منظوم تاریخی دستاویز کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ تاہم اس منظوم تاریخی دستاویز میں تاریخی حقائق کو منظوم کرتے ہوئے تاریخ اسلام کا بغور مطالعہ بھی کیا اور اسلامی تاریخ کی شجاع ترین شخصیات کے جنگی کارنامے و

فتوحات کو نظم کر کے اسے رزمیہ اسلوب عطا کیا ہے۔

حواشی

۱۔ مائیکل میئر (Michael Meyer)، *The Bedford Introduction to Literature*، (بریڈفورڈ، سینٹ مارٹنز پریس، ۲۰۰۵ء)، ص ۲۱۔۲۸

۲۔ ٹیکلا بیوڈ (Tekla Bude)، *Oregon State Professor of Medieval Literatures*، ملاحظہ ہو: https://liberalarts.oregonstate.edu/wlf/what-epic

۳۔ جان کتھبرٹ لاسن (John Cuthbert Lawson)، *Modern Greek folklore and ancient Greek religion: a study in survivals*، (کیمبرج: کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۱۹۱۰ء)، ص ۲۔۳

۴۔ ٹی آر ایس شرما (T. R. S. Sharma)، جون گور (June Gaur)، *Ancient Indian Literature: An Anthology*، جلد دوم، (نئی دہلی: ساہتیہ اکادمی، ۲۰۰۰ء)، ص ۱۳۷

۵۔ کیمیل بلک (Camille Bulcke) اور ڈی پرسادا (D. Prasada)، *Rāmakathā and Other Essays*، (دہلی: وانی پرکاشن، ۲۰۱۰ء)، ص ۱۱۶

۶۔ پیٹر جونز (Peter Jones)، *Reading Virgil: Aeneid I and II*، (کیمبرج: کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۲۰۱۱ء)، ص ۱، ۴

۷۔ ہیو میگینیز (Hugh Magennis)، ڈی ایس بریور (D. S. Brewer)، *Translating Beowulf: Modern Versions in English Verse*، (نیویارک: کیمبرج روچیسٹر، ۲۰۱۱ء)، ص ۱۵۱

(۸) ڈاکٹر رضا زادہ شفق، مترجم سید مبارز الدین رفعت، تاریخ ادبیات ایران، (دہلی: ندوۃ المصنّفین، ۱۹۷۹ء)، ص ۱۰۲

۹۔ ایڈورڈ آر ہیمیز (Edward R. Haymes) اور سوسن ٹی سیمپلز (Susan T. Samples)، *Heroic legends of the North: an introduction to the Nibelung and Dietrich cycles*، (نیویارک: گارلینڈ، ۱۹۹۶ء)، ص ۱۰۱۔۱۱۱

۱۰۔ چارلس ایلن ڈنسمور (Charles Allen Dinsmore)، *The Teachings of Dante*، (مشی گن، یو ایس اے: بکس فار لائبریریز پریس، ۱۹۷۰ء)، ص ۳۸

۱۱۔ ہیزل ویلکنسن (Hazel Wilkinson)، *Edmund Spenser and the Eighteenth-Century Book*، (انگلینڈ: کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۲۰۱۷ء)، ص ۹

۱۲۔ جان ملٹن (John Milton)، *Paradise Lost*، (لندن: جارج رٹلیج اینڈ سنز لمیٹڈ، ۱۹۰۵ء)، ص ۹۔۱۰

۱۳۔ سیموئیل ہائنز (Samuel Hynes)، *Mr. Hardy's Monster: Reflections on "The Dynasts"*، مشمولہ *The Sewanee Review*، جلد ۱۰۲، شمارہ ۲ (بہار، ۱۹۹۴ء)، دی جان ہوپکنز یونی ورسٹی پریس، امریکا، ص ۲۱۳، ملاحظہ ہو: https://www.jstor.org/stable/27546849

۱۴۔ جان اسٹین فورڈ کڈنی (John Steinford Kidney)، *Hegel's Aesthetics: A Critical Exposition*،

(شکاگو: ایس سی گرگس اینڈ کمپنی، ۱۸۹۲ء)، ص ۲۷۸

۱۵۔ فرینکلن لیوس (Franklin Lewis)، *The Shahnameh of Ferdowsi as World Literature* مشمولہ *Iranian Studies*، جلد ۴۸، شمارہ ۳، ۲۰۱۵ء، فرانسس اینڈ ٹیلر، برطانیہ

۱۶۔ https://dunya.com.pk/index.php/special-edition/2022-11-29/329

۱۷۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری، شاہنامۂ اسلام، جلد اول، (لاہور: الحمدللہ پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء)، ص ۴۳

۱۸۔ ڈاکٹر خواجہ محمد ذکریا، چند اہم جدید شاعر، لاہور: سنگت پبلشرز، ۲۰۰۳ء ص ۵

۱۹۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری، شاہنامۂ اسلام، جلد چہارم، (لاہور: الحمدللہ پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء)، ص ۵۴۱

۲۰۔ رفیع الدین اشفاق، اردو میں نعتیہ شاعری، (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۶ء)، ص ۵۸۹

۲۱۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری، شاہنامۂ اسلام، جلد دوم ص ۲۲۶

۲۲۔ ایضاً، ص ۲۳۶ تا ۲۴۰

۲۳۔ ایضاً، ص ۲۶۰

۲۴۔ ایضاً، جلد اول، ص ۵۵

مآخذ:

۱۔ بلک، کیمیل (Bulcke, Camille) اور ڈی پرسادا (D. Prasada)، *Rāmakathā and Other Essays*، دہلی: وانی پرکاشن، ۲۰۱۰ء

۲۔ جالندھری، ابوالاثر حفیظ، شاہنامۂ اسلام، جلد اوّل، لاہور: الحمدللہ پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء

۳۔ جان اسٹین فورڈ کڈنی (John Steinford Kidney)، *Hegel's Aesthetics: A Critical Exposition*، (شکاگو: ایس سی گرگس اینڈ کمپنی، ۱۸۹۲ء)، ص ۲۷۸

۴۔ جونز، پیٹر (Jones, Peter)، *Reading Virgil: Aeneid I and II*، کیمبرج: کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۲۰۱۱ء

۵۔ ______، ______، جلد چہارم، ______

۶۔ ______، ______، جلد دوم، ______

۷۔ ڈنسمور، چارلس ایلن (Dinsmore, Charles Allen)، *The Teachings of Dante*، مشی گن، یو ایس اے: بکس فار لائبریریز پریس، ۱۹۷۰ء

۸۔ رفیع الدین اشفاق، اردو میں نعتیہ شاعری، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۶ء

۹۔ زکریا، ڈاکٹر خواجہ محمد، چند اہم جدید شاعر، لاہور: سنگت پبلشرز، ۲۰۰۳ء

۱۰۔ شرما، ٹی آر ایس شرما (Sharma, T. R. S.)، جون گور (June Gaur)، *Ancient Indian Literature: An Anthology*، جلد دوم، نئی دہلی: ساہتیہ اکادمی، ۲۰۰۰ء

۱۱۔ شفق، رضا زادہ، ڈاکٹر، مترجم سید مبارز الدین رفعت، تاریخ ادبیات ایران، دہلی: ندوۃ المصنفین، ۱۹۷۹ء

۱۲۔ لاسن، جان کتھبرٹ لاسن (Lawson, John Cuthbert *Modern Greek folklore and ancient Greek*

religion: a study in survivals، کیمبرج: کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۱۹۱۰ء
۱۳۔ ملٹن، جان (Milton, John)، *Paradise Lost*، لندن: جارج رٹلیج اینڈ سنز لمیٹڈ، ۱۹۰۵ء
۱۴۔ میگینیز، ہیو (Magennis, Hugh)، ڈی ایس بریوور (D. S. Brewer)، *Translating Beowulf: Modern Versions in English Verse*، نیویارک: کیمبرج روچیسٹر، ۲۰۱۱ء
۱۵۔ میئر، مائیکل (Meyer, Michael)، *The Bedford Introduction to Literature*، بریڈفورڈ، سینٹ مارٹنز پریس، ۲۰۰۵ء
۱۶۔ ویلکنسن، ہیزل (Wilkinson, Hazel)، *Edmund Spenser and the Eighteenth-Century Book*، انگلینڈ: کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۲۰۱۷ء
۱۷۔ ہیمیز، ایڈورڈ آر (Haymes, Edward R.) اور سوسن ٹی سیمپلز (Susan T. Samples)، *Heroic legends of the North: an introduction to the Nibelung and Dietrich cycles*، نیویارک: گارلینڈ، ۱۹۹۶ء

رسائل

۱۔ ایرانین اسٹڈیز، جلد ۴۸، شمارہ ۳، ۲۰۱۵

ویب گاہیں

1. https://liberalarts.oregonstate.edu/wlf/what-epic
2. https://www.jstor.org/stable/27546849
3. https://www.jstor.org/stable/24483071
4. https://dunya.com.pk/index.php/special-edition/2022-11-29/329